تعلیم وتربیت کے انسان سے مربوط قرآنی مبانی کا ایک مطالعہ

سکندر علی بہشتی[1]

خلاصہ :

تعلیم وتربیت انسان کی زندگی میں سب سے اہم اور کلیدی کردار کا حامل ہے۔ کسی بھی قوم یا مکتب میں تعلیم وتربیت کے سسٹم پر ہی اس کی نظریاتی و عملی بنیاد بنتی ہے۔اسلام ایک کامل وجامع نظام حیات ہونے کے لحاظ سے زندگی کے تمام شعبہ جات میں اپنے خاص نظریہ، اہداف اور روش رکھتا ہے۔ تعلیم وتربیت کے حوالے سے اسلام نے دوسرے مکاتب کے مقابلے میں گرانقدر نظریات پیش کئے ہیں، قرآن وسنت میں تعلیم وتربیت کے حوالے سے جامع تصور پیش کیا گیا ہے۔ لیکن مغربی نظریہ تعلیم اس وقت دنیا میں حاکم ہے۔اسلام کو جامع نظام سمجھنے کے باوجود عملی میدان میں مغربی نظریہ تعلیم کو ہی انسانیت کے لیے نجات بخش قرار دیتے ہیں۔

زیر نظر مقالہ میں اسلامی نظریہ تعلیم وتربیت کے سلسلے میں ایک اجمالی نگاہ کی کوشش کی گئ ہے تاکہ اسلامی نظریہ تعلیم کا ایک خاکہ ذہن میں آجائے۔

کلیدی الفاظ: قرآن، سنت، تعلیم،تربیت، مبانی، جسم وروح

---

[1] ایم فل طالب علم، شعبہ فقہ واصول، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ

مقدمہ:

تعلیم وتربیت انسان کی زندگی کی بنیاد کو تشکیل دیتی ہے، انسان کی زندگی لحہ بہ لحہ تغیر، تبدیلی اور دگر گونی کی حالت میں ہیں۔ اور انسان میں مختلف قسم کی طاقتیں عقل، شہوت، غضب موجود ہیں اور ان میں تبدیلی کو روکنا ممکن نہیں فقط ان کی تربیت کے ذریعے ہی ان میں بہتر تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

تاریخ انسانی میں دو گروہ نظر آتے ہیں ایک گروہ انسانیت کی خدمت، اصلاح، عمل صالح کے ذریعے دنیامیں نیک وسعادت کے اسباب فراہم کرتے ہیں جو انبیا، ائمہ اور صلحا کے تربیت یافتہ ہیں تو مقابلے میں ایسے افراد بھی ہیں جو ظلم وستم سمیت ہر قسم کے برائیوں میں غرق نظر آتے ہیں، جن میں بنیادی فرق تعلیم وتربیت کا ہے۔

اس لیے تعلیم تربیت کے موضوع پر بحث وگفتگو انتہائی اہم ہے کیونکہ قوموں کے عروج وزوال، کامیابی یا ناکامی، ترقی یا تنزلی اور خوشبختی وبدبختی کا دار ومدار تعلیم وتربیت سے ہی مربوط ہے۔ نئ نسل اور جوانوں کی فکری تشکیل اور عملی تعمیر کا کام تعلیمی اداروں میں ہی بنتا ہے۔اس لئے اسلامی تعلیم وتربیت کی حقیقت، مقصد اور تقاضوں کو بیان کیا جائے تاکہ ایک صالح تربیت یافتہ نسل وجود میں آئے۔مذکورہ موضوع پر اسلامی آیات وروایات میں میں بہت سے مواد موجود ہیں۔ لیکن عصر حاضر کے تناظر میں تعلیم وتربیت کی بنیادوں اور اہداف پر وقت کے تقاضوں کے مطابق محققانہ نظر کی ضرورت ہے تاکہ موجود دور میں اسلامی تعلیم وتربیت کا درست خاکہ پیش کیا جاسکے۔

تعلیم وتربیت کا انسان، کائنات، شناخت اور اقدار واخلاق کے بارے میں تصور مغربی تصور انسان، کائنات، شناخت اور اقدار سے بالکل مختلف ہیں۔ ان تصورات کو کسی غیر سے مستعار لے کر فقط ظاہر کو اسلامی کرنے کی کوشش ثمر آور نہیں نہیں ہوگی اور مغربی تصور تعلیم کی بنیادوں پر اسلامی تربیت کی عمارت کھڑی کرنا ایک ناممکن عمل ہے۔ کیونکہ دونوں نظام کے

بنیاد، اہداف، اقدار، شناخت میں فرق پایا جاتا ہے۔ مغرب کی اپنی ایک تاریخ، تہذیب وثقافت ہے اور اسلام کی اپنی الگ تاریخ وثقافت۔ مذکورہ تفاوت کو نظر انداز کر کے بنائے جانے والے تعلیمی وتربیتی منصوبہ بندی واسلوب کسی صورت اسلامی معاشرہ کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔

اس وقت انسانی علوم سمیت دیگر علوم، مغربی ماہرین ومفکرین اور مغربی انسان کے مسائل کے تحت تیار کیا گیا ہے۔ جس میں انہی مکاتب اور نظریات کی بنیاد پر تعلیمی افکار واسلوب موجود ہے۔ اس کا ہو بہو اسلامی معاشرے میں نفاذ واجرا سے اسلامی مقاصد سے دور ہوں گے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اسلام کا اپنا نظام تعلیم موجود ہے۔

انسان، کائنات اور اقدار، شناخت جیسے مبانی پر تحقیق اس سلسلے میں بنیادی کام ہیں جس کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس تحقیق میں اسلامی تعلیم وتربیت کے انسان سے متعلق مبانی کے بارے میں گفتگو ہو گی۔

مفاہیم:

تعلیم وتربیت کے موضوع پر سب سے پہلے بعض مفاہیم کی وضاحت ضروری ہے۔ جیسے کہ ہر چیز کے بارے میں کچھ بنیاد سوالات میں کیا، کیوں اور کیسے۔۔۔ سوالات اس موضوع کو سمجھنے میں انتہائی اہم ہیں۔ اس کو علما نے "رئوس ثمانیہ نام رکھ کر اسی سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ تعلیم وتربیت کیا ہے؟ اس سلسلے مین ہمیں ماہرین تعلیم نے مختلف تعریفیں کی ہیں۔

تعلیم باب تفعیل کا مصدر ہے۔ جس کے لئے مختلف تعریفیں کی گئی ہیں ان میں سے بہترین تعریف ہے: سیکھنے، علوم وفنون بلکہ کلی طور پر ہر قسم کی معلومات کے معلم سے وشاگرد کی جانب منتقل کرنے کو کہا جاتا ہے۔

یہ لفظ قرآن میں انسان کے بارے میں استعمال ہوا ہے اور ایک خدائی نعمت کے عنوان سے خدا نے خلقت کے آغاز سے ہی عطا کی ہے اور انبیا کی بعثت کا ایک مقصد بھی یہی ہے۔

(وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ)(بقرہ:۳۱) اور (اللہ نے) آدم کو تمام نام سکھا دیے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ (عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ)(علق۔۵) اس نے انسان کو وہ علم سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

(وَاتَّقُوا اللَّـهَ وَيُعَلِّمُكُـمُ اللَّـهُ) (بقرہ۔۲۸۲) اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں تعلیمات سے آراستہ فرماتا ہے۔

تعلیم وتربیت کے بعض ماہرین کی تعاریف کی اجانب اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ تعلیم وتربیت از سان (مربی) سے دوسرے از سان (سٹاگرد) پر ایسے ، با مقصد وعمدی اعمال ، یا اثرات کا مجموعہ ہے خصوصا ا، یک ، بالغ اور تجربہ کار شخص کا عمل ، یا اثر جو بچے اور جوان میں اخ ملاقی، عملی صفات یا حرفہ ای مہارت ایجاد کرنے کی خاطر انجام پاتا ہے۔[1]

تربیت بھی باب تفعیل کا مصدر ہے مادہ ربو و ر ںب دونوں سے آیا ہے اگر مادہ ر ںب سے ہو تو مختلف معانی میں آ یا ہے جیسے حضا نت (اپنی دامن میں پرورش پانا) ا صلاح، تدبیر (کسی کام کے انجام کو دیکھنا) کسی چیز کو ایجاد کرنا اور تدریجی طور پر کمال کی جانب لے جانا اور کمی کو ختم کرنا،،

جبکہ دوسرا معنی ربو، ز یادہ ہو نا، غذا دینا، اوپر جا نا، رشد ونشو ونما اور ، پاک کرنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔[2]

دوسرا معنی جسمی ومادی پرورش اور پہلا معنی ز یادہ تر دوسرے ابعاد کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور ا یک دوسرے کی جگہ پر بھی آ یا ہے۔ جبکہ انگر یزی لفظ ایجو کیس ثن بھی تربیت ہی کے معنی میں ہے۔ جو کہ یو نانی لفظ ایجو کیر سے خوراک وغذا دینے کے معنی میں ہے اور ستر ویں صدی کے بعد ا

[1] دفتر ہمکاری حوزہ ودانشگاہ، فلسفہ تعلیم وتربیت، ص۳۶۶

[2] فقہ تربیتی، ج۱، علی رضا اعرافی، قم پژوھشگاہ حوزہ ودانشگاہ، چاپ اول، ۱۳۸۷، ص۱۹

س کو پرورش اور تربیت دونوں کے لیے عمومی طور پر استفادہ کیا جاتا ہے۔[۱]

ماہر تعلیم غلام حسین شکوہی نے تربیت کی یوں تعریف کی ہے۔

ا۔تربیت: تربیت رشید فرد کا وہ عمل ہے جو چاہتا ہے رشد کو ایسے فرد میں میں ایجاد کرے جو بالفعل فاقد ہے لیکن بالقوہ استعداد موجود ہے، تربیتی رشد کے عمل کی سرپرستی، یعنی رشد کے لیے مطلوبہ حالات کو فراہم کرنے کے لئے تدابیر کا انتخاب کرنا تربیت ہے۔[۲]

ایک اور تعریف کے مطابق:

مورد تربیت کی مدد کے لیے منا سب طرز عمل و سخن کا انتخاب اور منا سب حا لت اور اسباب کا ایجاد کرنا، تاکہ اس میں پوشیدہ صلاحیتیں اس کے تمام پہلووں میں منظّم و ہم آہنگ طور پر پرورش اور نشو ونما پائے اور آہستہ آہستہ مطلوبہ ہدف و کمال کی جانب حرکت کرئے۔[۳]

قرآن کریم میں بھی یہ لفظ جسمانی و معنوی دونوں تربیت کے لئے استعمال ہوا ہے۔کیسے کہ حضرت موسیٰ کے بارے میں فرعون کی زبانی نقل ہوا ہے۔(قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ)۔(شعرا۔۱۸)

فرعون نے کہا: کیا ہم نے تجھے بچپن میں اپنے ہاں نہیں پالا؟ اور تو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں بسر کیے۔

فرعون کے گھر میں حضرت موسی کی پرورش کے لیے قرآن نے لفظ تربیت استعمال کیا ہے۔(وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً)(اسراء ۲۴) اور دعا کرو: پروردگارا! ان پر رحم

[۱] مبانی واصول آموزش وپروش، غلام حسین شکوہی، ص۲۱
[۲] تعلیم وتربیت ومراحل آن، ص۶
[۳] امینی، ابراہیم، اسلام و تعلیم وتربیت، ص ۲۴

فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پالا تھا۔

اس قرآنی دعا میں ماں باپ کو بعنوان مربی تعارف کیا گیا ہے۔

لیکن لفظ تربیت قرآن نے کم جبکہ تزکیہ اور اس کے مشتقات اور ، تادیب جیسے الفاظ ز ، یادہ استعمال کیا ہے۔ تربیت اور تزکیہ ایک ہی معنی میں ہے کیونکہ تربیت لغت میں پرورش، نشو نما کے معنی میں آیا ہے اور تزکیہ کا معنی بھی یہی ہے۔

(قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا)(الشّمس۔۹) بتحقیق جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا۔(وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) (جمعہ۔۲)اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے

تزکیہ کا لغوی معنی بھی رشد، اصلاح اور ، پاک کرنے کے معنی میں ہے ، تاکہ انسان کے کمال و اصلاح کی خاطر نفس انسانی کو رذائل سے ، پاک کر ، نا اور فضائل اخلاق سے آراستہ کے لحاظ سے دینی تربیت میں استعمال کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ تہذیب، ،تادیب، تنزیہ، تطہیر بھی اخلاقی تربیت اور رشد و ہدایت بھی انسان کی اخلاقی و معنی تربیت کے لیے آیا ہے۔

قرآن کریم نے لفظ تعلیم و تزکیہ چار جگہوں پر ساتھ ذکر کیا ہے۔ بقرہ آیت ۱۵۱، آل عمران ۱۶۴ اور سورہ جمعہ آیت ۲، میں میں پہلے تزکیہ پھر تعلیم کا ذکر آیا ہے جبکہ سورہ بقرہ آیت۔۱۲۹ میں پہلے تعلیم پھر تزکیہ آیا ہے۔(ویعلمہم الکتاب والحمکۃ ویزکیہم) تینوں موارد میں ہر جگہ تعلیم کے ساتھ تزکیہ کا آنا قربت، ویکسانیت کی علامت ہے۔

پس تزکیہ و تربیت ایک ہی چیز کے دو ، نام ہیں، قرآنی اصطلاح تزکیہ ہے جبکہ اہل علم کے ہاں لفظ تربیت رائج ہے۔ تعلیم اسلامی ثقافت میں چونکہ لفظ تربیت استعمال ہوا ہے۔

تعلیم و تربیت میں فرق:

اگر دونوں ساتھ استعمال ہو تو تعلیم اس کے آموزشی پہلو، جبکہ تربیت پرورش کے لیے اور

دونوں الگ استعمال ہو تو تربیت میں تعلیم شامل ہے اور ایک عام معنی دیتا ہے۔

اس مقالہ میں تعلیم وتربیت دونوں ساتھ رکھا گیا ہے، تاکہ اس کے جامع پہلو مدنظر رہے۔ کیونکہ اسلام ایک نظام حیات ہونے کے لحاظ سے انسان کی زندگی ہر شعبہ (مادی اور معنوی) سے متعلق نظریہ رکھتا ہے۔ چاہے وہ انفرادی ہو، یا اجتماعی۔ اوران تمام پہلوؤں کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلا قدم اسلام کے نظام تعلیم وتربیت کا ایک جامع تصور سے آشنائی ضروری ہے، کیونکہ انسان کی شخصیت کی تشکیل میں نظام تعلیم کا بنیادی کردار ہے۔ اسی لیے ماہرین تعلیم نے فلسفہ تعلیم وتربیت کے عنوان سے نظام تعلیم وتربیت پر گفتگو کی ہے۔ جب تک ہم فلسفہ تعلیم کے بنیادی عناصر وارکان سے آگاہ نہ ہوں۔ اس وقت تک تصور تعلیم سمجھنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اسلامی نظریہ تعلیم کو سمجھنے کے لیے اسلام کے متون یعنی قرآن و سنت سے استخراج کرے، جس کے لیے اسلامی منابع سے گہری واقفیت ضروری ہے۔ ثانیا اسلامی معاشرہ کی ضروریات کو سمجھے، اور تیسرے مرحلے پر تعلیم وتربیت سے مربوط مختلف ابہامات، بنیادی سوالات کا جواب اسلامی تعلیمات سے پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔

اب تک تعلیم کے حوالے جو کوششیں نظر آتی ہیں ان میں تعلیمی انتظامیہ، نصاب، معلم کا کردار، ہم نصابی سرگرمیاں ماحول، اسلوب تعلیم۔۔ جیسے عناصر پر بحث ہے۔ جب کہ یہ سارے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ معروف عربی مقولہ ''ثبت العرش ثم نقش'' کی مانند سب سے پہلے بنیاد واہداف کا تعین ہونا چاہیے۔ اسلامی نظام تعلیم وتربیت سے پہلے قرآن و سنت پیغمبر واہل بیت کی تعلیمات سے آشنا ہونا چاہیے، ساتھ ہی ان بکھرے منابع کو ایک مرتب نظام کی شکل میں پیش کریں اکہ وہ اسلامی معاشرے کی مشکلات کو حل کرنے کے ساتھ جدید مشکلات وسوالات و پیچیدگیوں کا جواب بھی عصری تقاضوں کے مطابق بھی محکم ومدلل انداز میں دیں۔

اس سلسلے میں بعض اہم نکات کی جانب توجہ دینا ضروری ہے جس کو ماہرین تعلیم وتربیت نے فلسفہ تعلیم وتربیت کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

فلسفہ تعلیم وتربیت:

کسی بھی دین یا نظریہ، سیاسی، اقتصادی، اعتقادی، اخلاقی مکاتب ایک تربیتی نظام کا محتاج ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر دنیا میں مختلف مکاتب، مذاہب اور نظریہ تعلیم وتربیت موجود ہیں۔ خصوصا مغربی مفکرین وماہرین تعلیم نے زندگی کے دیگر شعبوں کی مانند اپنی تاریخ، افکار، شناخت اور نکتہ نظر کے مطابق اپنی قوم ومکتب کے لئے نسخے پیش کئے ہیں، جو کہ شاید ان کے اپنے عقائد، نظریات، ثقافت، ماحول وحالات کے تناظر میں مفید ہو، جبکہ حقیقت ایسا نہیں۔ لیکن دوسرے تصور حیات، آئیڈیالوجی، ثقافت و تاریخ رکھنے والی قوم ومکتب کے لئے کسی صورت وہ قابل عمل نہیں۔ خصوصا اسلام کے تصور حیات، نظام زندگی کے لئے تعلیمی وتربیتی سسٹم اسلام نے پیش کیا ہے۔

فلسفہ تعلیم وتربیت کے بنیادی عناصر

۱۔ تعلیم کی بنیادیں (Foundation of Education)

۲۔ تعلیم کے اصول (Principale)

۳۔ تعلیم کے اہداف (gaols of Education)

۴۔ طریقہ کار واسلوب (method)

یہ چار عناصر ہیں جس میں سے پہلے تین عناصر سب سے اہم ہیں، کیونکہ آج کی معاصر دنیا میں صرف چوتھے عنصر مورد توجہ ہے۔ جبکہ پہلے تین عناصر کی بنیاد پر چوتھا عنصر کا انتخاب ہوتا ہے۔ ان تین عناصر میں سے بھی مبانی سب سے اہم ہے کیونکہ اسی کی روشنی میں اصول واہداف پھر اہداف کے حصول کی خاطر مناسب اسلوب اختیار کیا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت کی بنیادیں:

اس کے لئے فارسی میں مبانی کالفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی بنیاد، ا ساس ہے اور تربیت کے مبانی سے مراد" مبانی تعلیم وتربیت: انسان کے مقام، امکانات اور محدودیت اور ان ضروریات کا نام ہے جو ہمیشہ سے انسانی زندگی کے زیر اثر ہیں بحث کرتا ہے۔[1]

کسی بھی مکتب میں تین بنیادیں اہمیت کی حامل ہے۔

۱۔سائنسی بنیاد:

یہاں پر تجربی علوم مراد ہے جس میں انسان کی شناخت کاذریعہ صرف تجربہ کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں نفسیات وعمرانیات کے ذریعے کسی بھی مبنٰی کو اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ علوم تجربات سے حاصل ہوتے ہیں۔

۲۔ فلسفی بنیاد:

دنیامیں موجود فلسفی مکاتب یا مشہور فلاسفہ کے نظریات کی روشنی میں انسان، کائنات، شناخت واقدار کا جائزہ لیاجاتا ہے۔ جس میں ا فلاطون سے لیکراب کے مختلف معروف فلاسفہ کے آرا ونظریات کے تحت تعلیم کی بنیادوں پر بحث ہوتی ہے۔

۳۔ ثقافتی ودینی بنیاد:

دین کلی طور پر ثقافت کے بنیادی رارکان مین سے ایک ہے۔اس لحاظ سے دینی بنیاد بھی ثقافت میں سے ہی شمار ہوتے ہیں ا سلامی تربیت کے منابع جن سے اس کے مبانی، اصول، اہداف اور

[1] مبانی واصول آموزش وپرورش، غلام حسین شکوہی ص۱۶

اسلوب کو اخذ کیا جاتا ہے۔ چونکہ نظام تربیت بھی اسلامی شریعت کا جز ہے۔ اس لیے اس کے مصادر بھی دو قسم کے ہیں۔

اول: منابع اصلی، جس پر تمام علما اتفاق نظر ہیں وہ قرآن کریم اور سنت ہیں۔

دوم: منابع فرعی یا ثانوی ہیں جس کے بارے میں اختلاف نظر ہیں جیسے عقل، اجماع، استحسان، قیاس، مصالح مرسلہ، عرف۔۔۔۔

سب سے پہلے مصادر اصلی کی جانب رجوع کرنا ہے۔ کیونکہ باقی منابع قرآن سنت کے طول میں ہے نہ کہ عرض میں لہٰذا ان کی جانب احتیاج ان دو اصلی منابع سے استنباط کرنا ممکن نہ ہونے کی صورت میں ہیں۔ لیکن تعلیم وتربیت کے مسائل میں سب سے پہلے ہم قرآن ہی پر بحث کو مرکوز رکھیں گے۔

انسان کی شناخت:

انسان، قرآن کی نگاہ میں

یہ فطری بات ہے دین انسان کے بارے میں مختلف سوالات کا جواب دیتا ہے۔ آسمانی والٰہی مکاتب میں انسان، کائنات، شناخت واقدار کا تصور مادی مکاتب سے مختلف ہے۔ خصوصاً تمام ادیان آسمانی مین دین اسلام ایک جامع، کامل، ہمہ گیر اور وسیع مکتب ہے جو انسان وکائنات سے مربوط ہر مسئلہ کے بارے میں مستحکم نظریہ رکھتا ہے۔ انسان کی حقیقت وماہیت کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں آیا؟ اس دنیا مین اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ ان جیسے انسان سے مربوط سینکڑوں سوالات کا جامع جواب اسلام کے پاس موجود ہے۔

چونکہ تعلیم وتربیت کا موضوع انسان ہے۔ اسلام کے نظام تربیت میں انسان کی تربیت بہت ہی مقدس اور معنویت کا حامل ہے، انسان کی تربیت مختلف طریقوں سے ہو سکتی ہے اس لیے سب سے انسان کی حقیقت، استعداد، مقام ومرتبہ اور کائنات سے رابطہ اور اصلی کردار واضح ہونا

ضروری ہے۔

انسان کی شناخت اسلام کی نگاہ میں

اسلام انسان کی تعریف، اس کے مقام، منزلت اور اس کے مقصد زندگی کے بارے میں سوالات کا تفصیلی جواب دیتا ہے۔ جو کہ تعلیم وتربیت کی بنیاد شمار ہوتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے خود انسان کی حقیقت کی شناخت پر تاکید کی ہے۔(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ) (مائدہ۔۱۰۵) اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، اگر تم خود راہ راست پر ہو تو جو گمراہ ہے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔

یہاں علیکم انفسکم سے خود اپنی شناخت مراد ہے۔ اسی لیے پیغمبر نے فرمایا:(مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ)[1] جس نے خود کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا۔

ائمہ معصومین نے انسان کی اپنی شناخت و معرفت کو اہمیت دی ہے۔ جیسے کہ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا:(لا مَعرِفَةَ كَمَعرِفَتِكَ بِنَفسِكَ)[2] اپنی معرفت جیسی کوئی معرفت نہیں۔ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب نے کثیر موارد میں اپنی شناخت پر توجہ دلائی ہے، اختصار کی خاطر صرف دو روایت نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔(المَعرِفَةُ بِالنَّفسِ أنفَعُ المَعرِفَتَينِ)[3] اپنے نفس کی پہچان مفید ترین معرفت ہے۔(أفضَلُ المَعرِفَةِ مَعرِفَةُ الإنسانِ نَفسَهُ)

[1] بحار، ج۲، ص۲۲

[2] تحف العقول، ص۲۰۸

[3] غرر الحکم: ۱۶۷۵ص۱۴۳۵

[1] سب بہترین معرفت انسان کا خود کی معرفت ہے۔ کیونکہ انسان مختلف و متنوع صلاحیتوں کے حامل ہونے کے لحاظ سے اس کی بنیادوں کی شناخت اولین قدم ہے جیسے کہ رسول خدا نے ایک رویت میں انسان کو معادن سے تشبیہ دی ہے۔(الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ۔۔) لوگ معادن کی مانند ہے جس طرح سونے وچاندی کے معادن۔ [2]

اسلام کی نظر میں انسان ایسا موجود ہے جو کسی مافوق ہستی کی جانب سے آیا ہے، اور اسی کی جانب واپس پلٹ کر جانا ہے(إِنَّا لِلَّـهِ وَإِنَّا إِلَيْـهِ رَاجِعُـونَ) (بقرہ۔۱۵۶) ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

اس عقیدے کے ذریعے انسان مبدا و معاد دونوں سے متصل ہوتا ہے۔ مبداء کا وجود، اس سے اتصال اور یہ تصور کہ انسان کی شخصیت مکمل طور پر اسی کا محتاج ہے اور تمام احتیاجات اسی ذات کو ہی معلوم ہے یہ سب قرآن کی تعلیمات کا محور ہے۔ لہٰذا ایک الٰہی انسان اپنے تمام دستورات خدا کی ذات سے ہی لیتا ہے اور اسی کے بنائے ہوئے قانون کی روشنی میں انسان اپنے مختلف نقاط ضعف و قوت سے آگاہی حاصل کرتا ہے اور اپنے مسائل کا حل ڈھونڈتا ہے۔ اور یہ انسان ایک صاحب کرامت مخلوق ہے:

(وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا)(اسرا۔۷۰) اور بتحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم سے نوازا اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سواری دی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں بڑی فضیلت دی۔

یہ انسان تمام مخلوق سے افضل یعنی اشرف المخلوقات ہے اس کی بنیادی وجہ انسان میں موجود مختلف استعداد ہیں۔ اسلام، انسان کو ایسا موجود سمجھتا ہے جو چند پہلوؤں کا حامل ہے جو اپنی زندگی کا

---

[1] غرر الحکم: ۲۹۳۵ ص ۹۱۴

[2] من لا یحضرہ الفقیہ، لصدوق، منشورات جامعۃ المدرسین، قم ج ۴، ص ۳۸۰

آغاز ایک قطرہ سے شروع کرتے ہوئے تکامل کے مراحل کو طے کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کاارشاد ہے :(وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ)(مومنون۔۱۲)اور بتحقیق ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے بنایا۔

ان تمام مراحل کے بعد انسان کا روحانی درجہ ثم انشاء ناہ۔۔۔۔کے ذریعے ایک نئی خلقت اور موجود میں تبدیل ہو جاتا ہے، جو اس کی مادی صورت سے الگ ہے۔ ایک اور آیت میں انسان کی خلقت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔(الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ)(السجدہ۔۷) جس نے ہر اس چیز کو جو اس نے بنائی بہترین بنایا اور انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی۔

ان آیات میں ادو اہم نکات کی جانب اشارہ ہے۔

اولا جب جب روحی پھونکی جائے تو تو وہ برابر ہو کر قبولیت کی صلاحیت پیدا کرتا ہے

ثانیا یہ روح اس قدر اہم وارزش رکھتی ہے کہ خدا نے خود کی جانب نسبت دی ہے۔ اس صاحب کرامت اور مختلف استعداد کے حامل انسان روئے زمین پر اللہ کا جانشین ہے۔(وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً)(بقرہ۔۳۰)اور دیگر تمام موجودات پر اس کو برتری حاصل ہے۔ بہت سی آیات انسان کو خدا کا جانشین قرار دیتی ہے اور اس کو باقی تمام مخلوقات پر برتری وفضیلت عطا کرتی ہے لیکن یہ خلافت کا مقام شرائط پر موقوف ہے جس کے لئے شناخت اور معرفت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ کر ہی وہ اپنے نفس پر کنٹرول حاصل کرکے کائنات کی تدبیر کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ اس سلسلے میں انسان کے چار روابط کی جانب قرآن تاکید کرتا ہے۔

ا۔ بعض آیات انسان کو کائنات کے ساتھ موازنہ کرتی ہے۔ اور انسان ان کے مقابلے میں کمزور ہونے کو بیان کرتی ہے جیسے

(لَنْ تَخْـرِقَ الْأَرْضَ وَلَـنْ تَبْلُـغَ الْجِبَـالَ طُـولًا)(اسرا۔۷ ۳)اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو، بلاشبہ نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ ہی بلندی کے لحاظ سے پہاڑوں تک پہنچ سکتے ہو۔ (خَلْـــقُ السَّـــمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِـنَّ أَكْـثَرَ النَّـاسِ لَا يَعْلَمُـونَ)(غافر۷ ۵)آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے خلق کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَـةَ عَـلَى السَّـمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَـالِ فَـأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَـا وَأَشْـفَقْنَ مِنْهَـا وَحَمَلَهَـا الْإِنْسَـانُ ۖ إِنَّـهُ كَـانَ ظَلُومًـا جَهُـولًا)(احزاب۔۷۲) ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو ان سب نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اسے اٹھالیا، انسان یقینا بڑا ظالم اور نادان ہے۔

ظاہری لحاظ سے دیکھا جائے تو انسان سے بھی طاقتور مخلوقات ہیں، لیکن اللہ نے انسان میں ایسی طاقت اور قدرت رکھی جن کی بناپر انسان ان پر فوقیت رکھتا ہے۔

دوسری قسم کی آیات ئنات کے انسان پر محیط ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (وَلِلَّـــهِ جُنُـــودُ السَّـــمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ)(فتح۔۷)اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ کے ہیں اور اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔(لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) (شوری۔۱۲)آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اس کی ملکیت ہیں۔ یہ آیات معاد انسان کی جانب اشارہ ہے۔

تیسری قسم کی آیات ،انسان اور کائنات کے درمیان رابطہ اور کائنات انسان کے لئے خداشناسی کا ذریعہ قرار دیتی ہیں۔

(سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَـقُّ ۗ أَوَلَـمْ يَكْـفِ بِرَبِّـكَ أَنَّـهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَـهِيدٌ) (فصلت۔۵۳) ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں ، تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یقینا وہی (اللہ) حق ہے، کیا تمہارے لیے تمہارا رب کافی نہیں ہے جو یقینا ہر چیز پر خوب شاہد ہے؟

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ (ذاریات۔۲۰)اور زمین میں اہل یقین کے لیے نشانیاں ہیں۔

کائنات کی تمام اشیاء انسان کو خدا کی جانب راہنمائی کرتی ہے۔اور یہ سب خدا کی شناخت کااہم ذریعہ بھی ہے۔

چوتھی قسم کی آیات میں تمام کائنات کوانسان کے لئے تسخیر قرار دیا ہے جیسے (اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ...)(جاثیہ۔۱۲)اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا ، تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور ، تاکہ تم اس کا فضل ، تلاش کرواور ، شاید تم شکر کرو۔ (وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ)(تغابن۔۳)اور اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

ان آیات میں تسخیر کا فاعل انسان نہیں بلکہ خدا ہے جس نے ان چیزوں کوانسان کے لئے مسخر کیا ہے۔(سخرنا لہ--- اللہ الذی سخر لکم--- مسخرات بامرہ ---) اسی نکتے کی جانب اشارہ ہے۔کائنات انسان کے لئے مسخر ہے لیکن یہ سب خدا کی ذات ہے جس نے یہ مسخر کیا ہے۔ یعنی انسان کے اندر ایسی صلاحیت اللہ نے رکھی ہے جس کے بل بوتے پر انسان ان سب سے استفادہ کر سکتا ہے۔

ان آیات میں انسان کے لئے چار قسم کی تسخیر کے ضمن میں انسان کی بلند وذمہ داری کو بیان کیا ہے۔ان میں پہلا رابطہ تسخیر (کائنات انسان کے لئے مسخر کیا ہے اور انسان کائنات کی آبادی وتعمیر کا ضامن ہے) دوسرا رابطہ تطبیقی (کائنات انسان سے بڑی اور طاقتور ہے) تیسرا رابطہ معرفتی (کائنات انسان کے لئے شناخت کا منبع ہے) اور چوتھا رابطہ نظارتی (کائنات ،انسان کے اعمال پر ناظر ونگران ہے)

انسان کی حرکت ،قرآن کی نگاہ میں

قرآن، مختلف کلمات جیسے سیر ، کدح، ہجرت ،رجعت ،اتیان، صیرورت کے ذریعے انسان کی

حرکت کو بیان کرتا ہے۔۔

(عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ) (ممتحنہ۔۴) ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور ہم تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔(الیہ راجعون۔۔۔)(بقرہ۔۴۶) تیری ہی طرف پلٹنا ہے .(يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ)(انشقاق۔۶)اے انسان! تو مشقت اٹھا کر اپنے رب کی طرف جانے والا ہے، پھر اس سے ملنے والا ہے۔

یہ سب انسان کے مسلسل حرکت کی جانب اشارہ کرتی ہیں۔

انسان مسلسل حالت تحرک و تغیر کی حالت میں ہے۔اور یہ تبدیلی انسان کی حقیقت سے مربوط ہے۔اگرچہ یہ تبدیلی پوری کائنات میں ہے لیکن انسان کے ساتھ بنیادی فرق اس چیز میں ہے کہ باقی موجودات محدود ہیں لیکن انسان کو آزادی کی نعمت کی وجہ سے کوئی محدودیت نہیں۔لہٰذا اس میں جو تبدیلی و حرکت ہے وہ بھی لامحدود ہے۔

(أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ) (شوری۔۵۳)آگاہ رہو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

یہ تحرک تمام مخلوقات کے لیے ہے اور انسان بھی اس کا ایک حصہ ہے۔(خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ)(تغابن ۔۳)اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس نے تمہاری صورت بنائی تو بہترین صورت بنائی اور اسی کی طرف پلٹنا ہے۔ باقی تمام مخلوقات کی حرکت اور کائنات میں گردش تکوینی ہے یعنی اس میں اختیار وارادہ کا کوئی عمل دخل نہیں لیکن انسان آزادی، ارادہ واختیار کی صفت کی وجہ سے یہ حرکت یا خدا تک ہے(الیک المصیر)۔(ممتحنہ۔۴)اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔یا جہنم ہے۔(كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ)(حج۔۴)جب کہ اس شیطان کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے کہ جو اسے دوست بنائے گا اسے وہ گمراہ کرے گا اور جہنم کے عذاب کی طرف اس کی رہنمائی کرے گا۔

وحدت انسان

انسان کے ظاہری اختلافات ایک مسلمہ حقیقت ہیں(وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا) (نوح۔۱۴) حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے خلق کیا۔

اورانہی استعداد کے اختلافات کی وجہ سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا ہوئی ہے۔ (رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ) (زخرف۔۳۲)

کیاآپ کے پروردگار کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟جب کہ دنیاوی زندگی کی معیشت کو ان کے درمیان ہم نے تقسیم کیا ہے اور ہم ہی نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لے اور آپ کے پروردگار کی رحمت اس چیز سے بہتر ہے جسے یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔

ان تمام اختلافات کے باوجود انسان کی حقیقت ایک ہے لہٰذا انفرادی اختلاف، مختلف صلاحیتیں، احتیاجات ایک دوسرے کے ساتھ اجتماعی زندگی گزارنے کی جانب مجبور کرتی ہیں لیکن گوہر ہستی اور اصل انسانیت میں سب ایک جیسے ہیں(وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ) (السجدہ۔۷)

اور دیگر آیات میں تمام اختلافات کو رد کرکے وحدت ویکسانیت کی جانب تاکید کرتی ہیں حتی کہ انبیا بھی انسانوں کے ساتھ (قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ) (کہف۔۱۱۰) کہہ دیجئے: میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں مگر میری طرف وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود تو بس ایک ہی ہے۔یکسانیت کے ذریعے اصل انسانیت میں ہم آہنگی اور(فطرة اللَّـه الَّتي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّـهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُون)۔(روم۔۳۰) کہہ دیجئے: میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں مگر میری طرف وحی آئی ہے

کہ تمہارا معبود تو بس ایک ہی ہے لہٰذا جو اللہ کے حضور جانے کا امیدوار ہے اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرائے۔ اس آیت کرذریعے سب انسانوں کی فطرت ایک ہونے کی جانب قرآن اشارہ کرتا ہے۔ کہ تمام انسان ترقی کے منازل طے کرنے میں ایک ہی حیثیت ومقام کے مالک ہے۔

آزادی انسان

انسان ایک ہی جوہر سے خلق ہونے کے لحاظ سے ایک وحدت کا حامل ہے ساتھ ہی سب ہی انسان یکساں آزادی حاصل ہے۔ انسان اسی آزادی سے استفادہ کرکے حیوان سے بدتر بھی ہوسکتا ہے۔(إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ) (بینہ۔٦) اہل کتاب اور مشرکین میں سے جولوگ کافر ہوگئے وہ یقینا جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے، وہ بدترین خلائق میں سے ہیں۔

یا کائنات کی بہترین مخلوق ہونے کا اعزاز بھی حاصل کرسکتا ہے۔(إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ)(بینہ۔۷) جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے وہ یقینا بہترین خلائق میں سے ہیں۔ اور یہ سب باہر سے نہیں بلکہ خود انسان کی ذات سے مربوط ہے۔ کیونکہ قرآن کے مطابق تبدیلی خود انسان کے اندر سے آتی ہے اس کا بیرون سے کوئی ربط نہیں ہے (إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ)(رعد۔۱۱) اللہ کسی قوم کا حال یقینا اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کو برے حال سے دوچار کرنے کا ارادہ کرلے تو اس کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار ہوتا ہے۔ دوسری تعبیر میں (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) بتحقیق ہم نے انسان کو بہترین اعتدال میں پیدا کیا۔ (ثم ردناہ اسفل سافلین۔۔۔) پھر ہم نے اسے پست ترین حالت کی طرف پلٹا دیا۔ (التین۔ ۴۔۵)

یہ سب آزادی سے استفادہ کرنے کی جانب قرآن کے تاریخی نمونے ہیں۔ سی آزادی سے

استفادہ کرتے ہوئے ان سانیت کے اعلیٰ مدارج طے کرکے سعادت ابدی اور دوسری طرف شقاوت کواختیار کرکے ا سفلین سافلین ،تک پہنچتے ہیں۔ یہ ہر پیغمبر اوران کے پیروکاوں اور مخالفین کے واقعات کی صورت میں بیان ہوا ہے جو ایک ،تاریخی تسلسل ہے۔ جو ہر دور میں مختلف شکلوں میں جاری وساری ہے۔

انسان کا مقصد وہدف بھی قرآن کی نگاہ

بعض آیات کائنات کوانسان کے لئے مسخر ہونے کے بارے میں ہے (اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ) (جاثیہ۔۱۲)

(وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهارَ) (ابراہیم۔۳۳)اوراسی نے ہمیشہ چلتے رہنے والے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیااور رات اور دن کو بھی تمہارے لیے مسخر بنایا۔

یعنی کائنات کی ہر شے انسان کی خاطر بنا،یا گیاہےاور انسان کی خلقت کا مقصد عبادت الٰہی بیان ہوا ہے (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ)(ذاریات۔۵۶)اور میں نے جن وانس کو خلق نہیں کیامگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں۔اور انسان کا مقصد (إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ) (علق۔۸) یقیناآپ کے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے۔۔یعنی خدا ہی انسان کا مقصد نہائی ہے۔[1]

حقیقت انسان

تمام دانشوروں کا کہنا ہے کہ ” انسان موجود ،ناشناختہ “ ہے ہزاروں سال گزرنے کے ،باوجود ابھی ،تک اس کی اصلیت ،تک ر سائی ممکن نہیں ہوئی ہے، بعض انسان کو صرف ا،یک حیوان کی

[1] مبانی تربیت اسلامی وبرنامہ ریزی درسی براساس فلسفہ ملاصدرا، دکتر جمیلہ علم الہدی ص ۱۴۳۔۱۵۶

حد تک مانتے ہیں اور یہ حیوان کی ایک تکامل یافتہ شکل ہے اس نظر سے انسان صرف وسائل بنانے والا حیوان ہے، جبکہ دوسرے بعض نے انسان کو ایک مستقل، اعلیٰ وانتہائی بلند موجود قرار دیا ہے جو کہ دیگر تمام حیوانات سے جدا ہے یعنی اس کو عقل جیسی طاقت عطا کی ہے۔

قرآن کی نظر میں یہ انسان صرف ایک جسمانی موجود نہیں بلکہ یہ مختلف پہلوؤں پر مشتمل ایک پیچیدہ مخلوق ہے، جن میں سے ہر پہلو کائنات میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے لازم ہے، لیکن دوسری مخلوقات میں صرف ایک خصوصیت یا پہلو موجود ہے جب کہ دوسرے پہلو سے عاری ہونے کی وجہ سے اس میں کمال اور ترقی کی صلاحیت سے محروم ہے۔ جیسے کہ حیوانات میں فقط شہوت موجود ہے۔ عقل نہیں، اس کے مقابل فرشتے عقل کی نعمت سے بہرہ ور ہیں اور شہوت سے خالی۔ اسی طرح دیگر مخلوقات پر نظر کریں تو وہ بھی کسی نہ کسی لحاظ سے ناقص ہیں، مگر انسان مندرجہ ذیل چار اہم خصوصیات کا حامل ہے جن میں سے ہر ایک کی درست تربیت سے وہ اعلیٰ مدارج طے کر سکتا ہے۔ جبکہ اس سے غفلت انسان کی تنزلی اور پستی کا سبب بنتا ہے۔ انسان کی ظاہری ضروریات اور خواہشات اسی جسم کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔

جسم: جسمانی لحاظ سے خداوند عالم کی محیر العقول مخلوق ہے جس کے جسمانی ساخت کے مراحل کو خداوند عالم نے بیان کیا ہے۔ اس کے اعضائے بدن مین سے ہر ایک میں اللہ کی قدرت، علم، حکمت اور تدبیر نمایاں ہیں۔

روح: جسم کے خلقت کے مراحل کے بعد ایک اور خلقت جو روح کے نام سے ہے وہ انسان کی حقیقت اور اصل ہے اور انسان کی قدر و قیمت اور ارزش اسی روح کی بدولت ہے کیونکہ انسان میں معنوی ضروریات ہیں جیسے حقیقت طلبی، جمال طلبی، عدالت طلبی۔ انسان روح کی تقویت کے ذریعے اپنی جسمانی قوت پر قابو کر سکتا ہے۔

عقل: آیات وروایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ انسان کے پاس ایک قوت عقل ہے جس کے ذریعے جہالت اور تاریکی سے صحیح و سالم علم وروشنی کی جانب نکل سکتا ہے جس قدر عقلی قوت

انسان میں زیادہ ہو جائے اسی حساب وہ حیوانی صفات سے دور اور رحمانی صفات سے مزین ہوتے ہیں، عقل کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے عقل کو اہمیت دی ہے اور روایات مین اسے حجت باطنی کہا گیا ہے۔ قرآن مین عقل کے لئے لب کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن عقل کے عملی پہلو کے حوالے سے یعقلون، تعقلون ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے دوسرے پہلو کو قلب کے نام سے بھی بیان ہوا ہے قلب انسان کے ان تمام امور کا مرکز ہے جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں چاہے عواطف واحساسات ہوں یا تفکر، غور وفکر اور سوچنے کی صلاحیت۔ یعنی عقل وہی قلب یا اس کا ایک حصہ ہے۔

انسان کے ادراک کی وہ قوت جس سے اچھائی اور برائی میں تمیز کرتا ہے، صحیح کو اشتباہ سے تشخیص دیتا ہے اسے عقل کا نام دیا گیا ہے۔

نفس: قلب کی طرح نفس کے بھی دو مفہوم ہے ایک مفہوم انسان کے تکامل کا ذریعہ ہے۔ دوسرا مفہوم وہ طاقت ہے جو خیر وشر کے مقام پر انسان کو ابھارتا ہے۔

انسان کی حقیقت، اوصاف، خصوصیات اور دیگر تمام پہلووں کے بارے میں اسلام مکمل احاطہ رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسان سے مربوط تمام مسائل چاہے وہ انفرادی ہو یا اجتماعی کے بارے میں قرآن وسیرت پیغمبر میں احکامات موجود ہیں تو ضروری ہے کہ انسان سے متعلق تعلیم تربیت کا ایک نظام بھی اسلام میں ہو کیونکہ تعلیم وتربیت کے ذریعے ہی انسان کے ان مختلف پہلووں کی شناخت ممکن ہے،

استاد مطہری اس بارے میں فرماتے ہیں۔ تعلیم وتربیت افراد انسان کو بنانے کی بحث ہے، ایک مکتب جس کے پاس معین اہداف ہے، ہمہ جہات دستورات ہے، یعنی حقوقی، اقتصادی اور سیاسی

سسٹم موجود ہے۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک خاص تعلیمی نظام نہ ہو۔[۱]

اسلام کی تعلیم وتربیت کے بنیادوں میں سے سب سے اہم خود انسان کی حقیقی شناخت ہے کیونکہ تعلیم کا اصل مقصد، ہدف و محور خود انسان ہے اور یہ اس کی تربیت اس کی ذات، صفات اور خصوصیات کی پہچان کے بغیر ممکن نہیں۔

اگر کسی دوسرے مکتب، نظام، یا ملک جن کی انسان کے بارے میں نکتہ نظر اور تصور اسلام، قرآن و دینی اصول کے برخلاف ہو، انسان کے مختلف پہلوؤں میں اسلامی تعلیمات کو قبول نہیں کرتا، تو ایسے بنیاد و اصول کے تحت تعلیمی نظام کو بنانا کسی صورت درست نہیں ہوگا، کیونکہ تعلیم وتربیت میں انسان سے متعلق، ہر مکتب و قوم کے نظریات، تاریخ، مبانی اور اصول کو مدنظر رکھنا بنیادی شرط ہے۔

---

[۱] تعلیم وتربیت در اسلام، استاد مرتضٰی مطہری، ص ۱۵

نتیجہ :

تعلیم وتربیت ہرانسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ کسی بھی قوم یامکتب میں تعلیم وتربیت کواہم مقام حاصل ہے۔اسلام ایک جامع وکامل نظام حیات ہونے کے لحاظ سے تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک مستقل سسٹم رکھتا ہے۔

تعلیم وتربیت میں مبانی،اصول،اہداف کلیدی کردار کے حامل ہیں، کیونکہ تعلیم وتربیت کے اسلوب، روش اور منصبہ بندی جیسے عناصر کے لیے بنیاد واہداف اساس کی حیثیت حاصل ہے۔

قرآن واسلام میں انسان، کائنات، اقدار اور شناخت جیسے چار مبانی پر تعلیم وتربیت کی عمارت کھڑی کی جائے، تاکہ اسلام کی نظر میں ان چار بنیادوں پر بحث کے بغیر تعلیمی نظام قائم نہیں ہوسکتا۔

ان عناصر میں سے انسان کی شناخت سب سے اہم ہے کیونکہ تعلیم وتربیت کا محور اور موضوع انسان ہے اس لیے انسان کے تمام ابعاد وجوانب کو سمجھنااوراس کی تمام پہلوؤں سے شناسائی کے بعد ہی تعلیم وتربیت کے نظام کا مرحلہ آتا ہے۔

قرآن کی نگاہ میں کائنات میں انسان کو کرامت، خلافت جیسے عظیم منصب پر فائز کرکے اس کو عقل، روح، قلب ونفس جیسے مختلف صلاحتیں عطا کی ہیں،اوران متنوع صلاحیتوں کے ساتھ آزادی، اختیار، ارادہ اور تکامل کی نعمات سے نوازا ہے، تاکہ وہ آزادی اور اختیار سے عروج، ترقی اور کمالات کے مدارج کو طے کرکے دنیا میں انسانوں کے لیے پیشوا وامام بن جائے۔

لہٰذا انسان کی شناخت، تعلم وتربیت کا پہلا قدم ہے،اس لئے تعلیم وتربیت کے ذمہ داروں کو سب سے پہلے اسلام کا تصورانسان کو سمجھنا انتہائی لازمی عمل ہے۔اس بارے میں مسلم محققین ومفکرین نے توجہ دی ہے۔

منابع :

۱۔ حاجی دہ آبادی، محمد علی، درآمدی بر نظام تربیتی اسلام، قم، مرکز بین المللی ترجمہ و نشر المصطفیٰ، ۱۴۴۰ھ، چاپ یازدہم

۲۔ حسین کارآمد پیشہ، آشنائی باتربیت اسلامی، قم، مرکز بین المللی ترجمہ و نشر المصطفیٰ ۱۴۴۲ھ، چاپ چہارم

۳۔ رہنمائی، سید احمد، فلسفہ تعلیم وتربیت، سازمان، مطالعہ وتدوین کتب علوم انسانی دانشگاہ ھا ودیگر۔۔، ۱۳۹۷ش، چاپ دوم

۴۔ ابراہیم امینی، اسلام و تعلیم وتربیت، قم، بوستان کتاب، ۱۳۸۴ چاپ اول

۵۔ الدکتور صالح حمید العلی، التربیۃ الاسلامیہ، دمشق، دار الکلم الطیب، ۱۴۲۸، الطبعۃ الاولی

۶۔ دکتر جمیلہ علم الہدی، مبانی تربیت اسلامی و برنامہ ریزی درسی بر اساس فلسفہ ملاصدرا، تہران، انتشارات دانشگاہ امام صادق، ۱۳۸۴، ش چاپ اول

۷۔ اعرافی، علی رضا، فقہ تربیتی، ج۱، قم پژوھشگاہ ھوزہ و دانشگاہ، چاپ اول، ۱۳۸۷

۸۔ تہرانی، مصطفیٰ دلشاد، سیری در تربیت اسلامی، تہران، انتشارات دریا، ۱۳۸۵ چاپ نہم

۹۔ الدکتور احمد رجب الاسر، فلسفۃ التربیۃ فی الاسلام انتماوارتقا، عمان، دار الفرقان للنشر والتوزیع، ۱۴۱۷ھ، الطبعۃ الاولیٰ

۱۰۔ ماجد، عرسان الکیلانی، فلسفۃ الاتربیۃ الاسلامیۃ، عمان، دار الفتح للدراسات والنشر، ۱۴۳۰ الطبعۃ الاولیٰ

۱۱۔ الآمدی، تمیمی، غرر الحکم: ترجمہ سید حسین شیخ الاسلامی، انتشارات انصاریان، قم ۱۳۸۲، چاپ ششم

۱۲۔ مطہری، مرتضی، تعلیم وتربیت در اسلام، استاد مرتضیٰ مطہری، تہران، انتشارات صدر، ۱۳۸۵ش، چاپ چہل و ہفتم